Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ
الفضل ربوہ
ایڈیٹر: نسیم سیفی
فون ۴۴۹
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
جلد ۷۶/۴۱ | سوموار ۲۲ صفر ۱۴۱۲ھ ۲ تبوک ۱۳۷۰ ہش ۲ ستمبر ۱۹۹۱ء | نمبر ۱۹۶

طبعی بہاؤ کے خلاف دُعا مانگنا سب سے مشکل کام ہے

"نیکی کی دُعا مانگنا سب سے مشکل دُعا ہے کیونکہ وہ بہاؤ کے خلاف دُعا ہے انسانی فطرت گناہوں کی پیروی کرتی ہے اس کی طرف دھکیل کر لے جانا چاہتی ہے۔ طبیعت کا طبعی بہاؤ مزے کی طرف ہے، لذتوں کی طرف ہے، آرام طلبی کی طرف ہے۔ بہاؤ کے خلاف دُعا کرنا سب سے مشکل دُعا ہے۔ واقعۃً نیکی کی دُعا مانگتے ہوئے ہر انسان اگر اپنے نفس کو کرید کر دیکھے اور یہ غور کرے کہ واقعۃً وہ خدا سے ان سب چیزوں سے بچنے کی دُعا مانگ رہا ہے تب اس کو پتہ چلے گا کہ وہ کچھ نیم جان سی دُعا تھی"۔

(ارشاد سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

ربوہ: ۳۰ اگست: آج یہاں بیت الاقصیٰ میں نماز جمعہ محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب ناظر اصلاح وارشاد نے پڑھائی اور خطبہ کے طور پر سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴ مئی ۱۹۹۱ء کا آخری حصہ پڑھ کر سنایا۔ پہلا حصہ ...

احمدی احباب کی تربیت کے لئے

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"انسان کو چاہیئے کہ عورتوں کے دل میں یہ بات جما دے کہ وہ کوئی ایسا کام جو دین کے خلاف ہو کبھی بھی پسند نہیں کر سکتا اور ساتھ ہی وہ ایسا جابر اور ستم شعار نہیں کہ اس کی کسی غلطی پر بھی چشم پوشی نہیں کر سکتا۔ خاوند عورت کے لئے اللہ تعالیٰ کا مظہر ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے سوا کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا، تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ پس مرد میں جلالی اور جمالی رنگ دونوں موجود ہونے چاہئیں۔ اگر خاوند عورت کو کہے کہ تو اینٹوں کا ڈھیر ایک جگہ سے اُٹھا کر دوسری جگہ رکھ دے۔ تو اس کا حق نہیں ہے کہ اعتراض کرے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۴۰۴)

"ہر ایک قدم جو صدق اور تلاشِ حق کے لئے اٹھایا جاوے، اس کیلئے بہت بڑا ثواب اور اَجر ملتا ہے، مگر عالمِ ثواب مخفی عالم ہے، جس کو دنیا دار کی آنکھ دیکھ نہیں سکتی۔ بات یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ، باوجود آشکارا ہونے کے مخفی اور نہاں در نہاں ہے اور اسی لیے الغیب بھی اس کا نام ہے۔ اسی طرح پر ایمان بالغیب بھی ایک چیز ہے جو گو مخفی ہوتا ہے، مگر عامل کی عملی حالت سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس زمانہ میں ایمان بالغیب بہت کمزور حالت میں ہے۔ اگر خدا پر ایمان ہو، تو پھر کیا وجہ ہے کہ لوگوں میں وہ صدق و حق کی تلاش اور پیاس نہیں پائی جاتی جو ایمان کا خاصہ ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۴۰۶)

خدا تعالیٰ ہی سب محامدِ کاملہ کا مستحق ہے

اقتباس از خطبہ فرمودہ سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الثالث) اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے

"انسان کو یہ آزادی حاصل ہے کہ چاہے تو خدا تعالیٰ کے حکم کا انکار کر دے مثلاً خدا تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ چار سے زیادہ شادیاں نہیں کرنی۔ لیکن افریقہ کی تاریخ کا میں نے مطالعہ کیا۔ بہت سے مسلمان قبائل ایسے تھے جنہوں نے پانچ پانچ، سات سات، آٹھ آٹھ شادیاں کر لیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا کا حکم جاری نہیں ہوا۔ کیونکہ حکمِ خدا کا یہ ہے کہ میری بات مانو گے تو وہ نتیجہ نکلے گا جو امن پیدا کرنے والا جو خوشحالی پیدا کرنے والا، جو کامیابی اور فلاح پیدا کرنے والا ہے یہ حکم ہے جو حکم توڑے گا، حکم خدا کا چلے گا۔ یہ نہیں کہ حکم توڑ کے انسان اپنے مقصدِ حیات میں کامیاب ہو جائے۔ جس غرض کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے اس میں وہ کامیاب صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حکم کو مانے۔ اگر وہ حکم کو توڑتا ہے اور دنیا سمجھتی ہے اس نے حکم کو توڑا لیکن حکم خدا ہی کا چلا۔ کیونکہ خدا کا حکم اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ اگر میرے حکم کو توڑو گے تو ناکام رہو گے اس دنیا میں بھی اور اُخروی زندگی میں بھی اور (اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے) سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مرنے کے بعد اسی کی طرف لوٹ کے جانا ہے اس زندگی میں بھی آخری فیصلے اسی نے کرنے ہیں۔ فرعون نے بھی تو دعویٰ کیا تھا..... کس خدا کے پیچھے تم دوڑتے پھرتے ہو، مَیں ہوں تمہارا سب سے بلند رب، لیکن وہ جو اپنے دعویٰ کے لحاظ سے اعلیٰ رب تھا اس کی بلندی تو سمندر کی لہروں سے بھی اُوپر نہیں نکلی اور وہاں وہ غرق ہو گیا۔

خلاصہ اس مضمون کا یہ ہے کہ علم کامل اللہ کو ہے کوئی چیز اس سے چھپی نہیں۔ تمام محامدِ کاملہ اس کے ہیں۔ اس واسطے اس کے ہر حکم کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی حمد ثابت ہوتی ہے۔ اس کی تعریف نکلتی ہے اس سے۔ کوئی خدائی حکم ایسا نہیں جس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی تعریف نہ نکلے۔ جو حکم توڑتا ہے۔ اس کا بد نتیجہ بھی یہی ثابت کرتا ہے نا کہ خدا تعالیٰ سب محامدِ کاملہ کا مستحق ہے۔ احکام اس کے حکم کے مطابق جاری ہوتے ہیں۔ اور (تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے) اور جزا و سزا اس کے ہاتھ میں ہے ٹھیک ہے انسان کو آزادی دی حکم توڑ دو۔ لیکن ساتھ یہ کہہ دیا کہ یہ تمہیں ہم بتا دیتے ہیں کہ حکم توڑو گے تو جس غرض کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے حصول میں تم کامیاب نہیں ہو گے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم مئی ۱۹۸۱ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ
الفضل
ربوہ

پبلشر: آغا سیف اللہ۔ پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقامِ اشاعت: دارالنصر غربی۔ ربوہ

قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

۲ر تبوک ۱۳۷۰ہش — ۲ر ستمبر ۱۹۹۱ء

سادہ زندگی

ہم عالیشان عمارتوں کی طرف دیکھتے ہیں تو حیران ہوتے ہیں کہ اکثر ان میں سے ویران پڑی ہیں یا اس میں دو بوڑھے افراد ــ میاں اور بیوی ــ اکیلے پن کی زندگی گذار رہے ہیں جو عمارتیں نہایت شوق اور ذوق سے خوبصورت اور عالیشان بنائی گئی تھیں ان کے مکین ــ خاص طور پر اگلی نسل ــ انہیں چھوڑ کر کہیں اور جا بسی ہے۔ اور وہیں بسیرا کر لیا ہے۔ واپس آگئے بھی تو کبھی ایک آدھ دن کے لئے۔ ورنہ آتے ہی نہیں۔ اور اکثر بوڑھے کہتے ہیں کہ اتنے بڑے مکان میں اکیلے دو کیلے زندگی گذار رہے ہیں۔ یہی مکان جو اتنا بھرا پڑا تھا۔ اب سائیں سائیں کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم اپنی ضرورت سے بہت زیادہ کچھ اہتمام کر لیتے ہیں ضرورت دو تین کمروں کی ہے۔ اور یہ ضرورت بھی آہستہ آہستہ گھٹتی چلی جائے گی۔ لیکن مکان کے دس بارہ کمرے بنوا لئے ہیں۔ ضرورت ایک ہی منزل کی تھی اور بنوا لی ہیں دو یا دو سے زیادہ منزلیں۔ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ پر سلامتی نازل فرماتا رہے، کے متعلق روایت ہے کہ:۔

"جب مہمانوں کے لئے مکان بنوانے کی ضرورت پیش آئی ہے تو بار بار یہی تاکید فرمائی ہے کہ اینٹوں اور پتھروں پر روپیہ خرچ کرنا عبث ہے۔ اتنا ہی کام کرو جو چند روز بسر کرنے کی گنجائش ہو جائے۔ نجار تیر بندیاں اور تختے رندے سے صاف کر رہا تھا۔ حضور نے اسے روک دیا اور فرمایا "یہ محض تکلف ہے اور ناحق دیر لگانا ہے مختصر کام کرو۔" فرمایا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ہمیں کسی مکان سے کوئی اُنس نہیں۔ ہم اپنے مکانوں کو اپنے اور اپنے دوستوں میں مشترک جانتے ہیں اور بڑی آرزو ہے کہ مل کر چند روز گذارہ کر لیں اور فرمایا کہ ایک ایسا مکان ہو کہ چاروں طرف ہمارے احباب کے گھر ہوں اور درمیان میرا گھر ہو اور ہر گھر میں ایک کھڑکی ہو کہ ہر ایک سے ہر ایک وقت واسطہ و رابطہ رہے۔"

اگر اس سادگی اور ایسی سادہ زندگی کو اختیار کر لیا جائے تو یہ دُنیا امن و سکون کا گہوارہ بن جائے اور حقیقت میں انسان کی سب سے بڑی ضرورت امن و سکون ہے نہ کہ بڑی بڑی عمارتیں اور بڑے بڑے ساز و سامان ــ بڑی بڑی عمارتیں اور بڑے بڑے ساز و سامان وقتی تسکین کا تو باعث بن سکتے ہیں لیکن یہ تسکین جھوٹی ہے اور نہایت عارضی۔

یہ چھیڑ چھاڑ چلی جائے گی مگر کب تک
ہمارے پاؤں کا ہر آبلہ ترستا ہے
ہماری راہ کے کانٹوں کو تیز تر کر دو
تمہارے ظُلم کا بادل کہاں برستا ہے

ــــــ ابوالاقبال

○

جو بھی تقدیر میں زحمت ہے اُٹھانی ہو گی
زندگی زہر کہ اَمرت ہے بتانی ہو گی

آج لوگوں کو لہو پینے سے فرصت ہی نہیں
بات آپس میں محبت کی پُرانی ہو گی

لوگ کہہ دیتے ہیں "کیا حال ہے" رسماً لیکن
ہم کو رودادِ غم و درد سُنانی ہو گی

حوصلہ ہو گا تو کر لیں گے نگاہوں سے سلام
گفتگو باقی سب اشکوں کی زبانی ہو گی

تذکرہ ہوتا ہے جب میری وفاداری کا
لوگ کہتے ہیں کوئی لوک کہانی ہو گی

پھر کسی جبر پہ دل ٹوٹ کے رویا ہو گا
پھر کوئی بات طبیعت نے نہ مانی ہو گی

گُھپ اندھیرے میں فقط ہم ہیں اُجالے کی کرن
اب تو یہ بات بہت لوگوں نے مانی ہو گی

کون اس محفلِ صد رنگ میں دُکھ بانٹے گا
پُونچھ کر آنکھیں کوئی بات بنانی ہو گی

امۃ الباری ناصر

اپنے بچّوں کو مالی قربانی کی عادت ڈالیں

حضرت امام جماعت احمدیہ الرّابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

"حضرت امام جماعت ثالث تو امامت کے اپنے تمام عرصے میں وقفِ جدید کی تحریک سے متعلق بڑوں کے چندوں کے مقابل پر بچّوں کے چندوں میں زیادہ دلچسپی لیا کرتے تھے اور جب میں اعداد و شمار پیش کیا کرتا تھا تو پوچھا کرتے تھے کہ بچّوں میں بتاؤ کتنا اضافہ ہُوا۔

اس میں ایک حکمت یہ تھی اور یہ بہت بڑی حکمت ہے کہ چندے سے زیادہ ہمیں اگلی نسل کے اخلاص میں دلچسپی ہونی چاہیئے۔ اگر ہم بچوں کو شروع ہی سے خدا کی راہ میں مالی قربانی کا مزہ ڈال دیں اور اس کا چسکا ان کو پڑ جائے تو آئندہ ساری زندگی یہ بات ان کی تربیت کے دوسرے معاملات پر بھی اثر انداز رہے گی۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۴ر جنوری ۱۹۹۱ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عبدالباسط شاہد

اطاعت وانکساری اور یقین و توکّل کا حسین امتزاج

خدائی نوشتوں کے مطابق حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اپنے فرائض منصبی کی تکمیل کے بعد اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف سدھارے تو اللہ تعالیٰ کے خاص فضلوں نے جماعت کے استحکام و ترقی اور تمکنت دین کی خاطر حضور کے جانشین ائمہ کو قدرت ثانیہ کے مظاہر کے طور پر عطا فرمایا۔ یہ تمام مظاہر قدرت ثانیہ ایک طرف انتہائی انکساری فروتنی اور عاجزی کے مقام پر کھڑے ہو کر اپنی خداداد ذمہ داریوں کی ادائیگی میں ہمہ تن مصروف رہے اور دوسری طرف خدا تعالیٰ پر ایمان و یقین اور اعتماد و توکل کی وجہ سے مضبوط چٹانوں کی طرح اپنے موقف پر یقین بھرے دل کے ساتھ قائم رہتے ہوئے قیادت و رہنمائی کے فرائض ادا کرتے رہے۔

حضرت مولانا نورالدین نے منصب امامت پر فائز ہونے کے بعد اپنے پہلے خطاب میں اور باتوں کے علاوہ جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

"میری پچھلی زندگی پر غور کرلو میں کبھی امام بننے کا خواہش مند نہیں ہوا۔ مولوی عبدالکریم امام الصلوٰۃ بنے تو میں نے بھاری ذمہ داری سے اپنے تئیں سبکدوش خیال کیا تھا۔ میں اپنی حالت سے خوب واقف ہوں اور میرا رب مجھ سے بھی زیادہ واقف ہے۔ میں دنیا میں ظاہرداری کا خواہشمند نہیں۔ اگر خواہش ہے تو یہ کہ میرا مولا مجھ سے راضی ہو جائے۔ اس خواہش کے لئے میں دعائیں کرتا ہوں قادیان بھی اس لئے رہا اور رہتا ہوں اور رہوں گا۔ ۔ ۔ یہ ایک بڑا بوجھ ہے۔ خطرناک بوجھ ہے اس کا اٹھانا مامور کا کام ہو سکتا ہے کیونکہ اس سے خدا کے عجیب در عجیب وعدے ہوتے ہیں جو ایسے دکھوں کے لئے جو پیٹھ توڑ دیں عصا بن جاتے ہیں موجودہ حالت میں سوچ لو کیسا وقت ہے جو ہم پر آیا ہے۔ اس وقت مردوں، عورتوں، بچوں کے لئے ضروری ہے کہ وحدت کے نیچے ہوں۔ ۔ ۔ اگر تم میری بیعت ہی کرنا چاہتے ہو تو سن لو کہ بیعت بک جانے کا نام ہے ۔ ۔ اب تمہاری طبیعتوں کے رخ خواہ کسی طرف ہوں تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی اگر یہ بات تمہیں منظور ہو تو میں طوعاً و کرہاً اس بوجھ کو اٹھاتا ہوں۔ یاد رکھو ساری خوبیاں وحدت میں ہیں جس (جماعت) کا کوئی رئیس نہیں وہ مر چکی" (بدر ۴ جون ۱۹۰۸ء)

حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کے پہلے خطاب کا ایک حصہ درج ذیل ہے

"دوستو میرا یقین اور کامل یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ میرے پیارو! پھر میرا یقین ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ میرا یقین ہے کہ آپ کے بعد کوئی شخص نہیں آسکتا جو آپ کی دی ہوئی شریعت میں سے ایک شوشہ بھی منسوخ کر سکے ۔ ۔ ۔ اس وقت جو تم نے پکار پکار کر کہا ہے کہ میں اس بوجھ کو اٹھاؤں اور تم نے بیعت کے ذریعہ اظہار کیا ہے میں نے مناسب سمجھا کہ میں تمہارے آگے اپنے عقیدہ کا اظہار کروں۔

میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ میرے دل میں ایک خوف ہے اور اپنے وجود کو بہت ہی کمزور پاتا ہوں۔ حدیث میں آیا ہے کہ تم اپنے غلام کو وہ کام مت بتاؤ جو وہ کر نہیں سکتا۔ تم نے مجھے اس وقت غلام بنانا چاہا ہے تو وہ کام مجھے مت بتانا جو میں کر نہ سکوں۔ میں جانتا ہوں کہ میں کمزور اور گناہ گار ہوں میں کس طرح دعویٰ کر سکتا ہوں کہ دنیا کی ہدایت کر سکوں گا اور حق اور راستی کو پھیلا سکوں گا۔ ہم تھوڑے ہیں اور دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم اور غریب نوازی پر ہماری امیدیں بے انتہا ہیں۔ تم نے یہ بوجھ مجھ پر رکھا ہے تو سنو۔ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے میری مدد کرو اور وہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ سے فضل اور توفیق چاہو اور خدا تعالیٰ کی رضا اور فرماں برداری میں میری اطاعت کرو۔ میں انسان ہوں اور کمزور انسان مجھ سے کمزوریاں ہوں گی تو تم چشم پوشی کرنا میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھ کر عہد کرتا ہوں کہ میں چشم پوشی اور درگذر کروں گا ۔ ۔ ۔ اگر اطاعت اور فرماں برداری سے کام لوگے اور اس عہد کو مضبوط کرو گے تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ کا فضل ہماری دستگیری کرے گا۔ اور ہماری متحد دعائیں کامیاب ہوں گی ۔ ۔ ۔

(الفضل ۲۱ مارچ ۱۹۱۴ء)

حضرت مرزا ناصر احمد منصب امامت پر فائز ہونے کے وقت کی اپنی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"میں بڑا ہی کم علم ہوں۔ نااہل ہوں۔ مجھ میں کوئی طاقت نہیں کوئی علم نہیں جب میرا نام تجویز کیا گیا تو میں لرز اٹھا اور میں نے دل میں کہا کہ میری کیا حیثیت ہے۔ پھر ساتھ ہی مجھے یہ بھی خیال آیا کہ ہمارے پیارے امام نے باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی بہت سی نعمتوں اور برکتوں سے نوازا تھا فرمایا ہے ؎

کرم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں

جب ہمارے پیارے امام نے ان الفاظ میں اپنے خدا کو مخاطب فرمایا ہے اور اس کے حضور اپنے آپ کو "کرم خاکی" قرار دیا ہے تو میں تو اپنے آپ کو اس کرم خاکی کہنے والے سے کوئی بھی نسبت نہیں رکھتا۔

لیکن ساتھ ہی مجھے خیال آیا کہ میں بے شک ناچیز ہوں اور ایک بے قیمت مٹی کی حیثیت رکھتا ہوں لیکن اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ مٹی کو بھی نور بخش سکتا ہے اور مٹی میں بھی وہ طاقتیں اور برکتیں بھر سکتا ہے جو کسی کے خیال میں بھی نہیں آسکتیں وہ اس مٹی میں ایسی چمک دمک پیدا کر سکتا ہے جو سونے اور ہیروں میں نہ ہو۔

غرضیکہ میرے پاس الفاظ نہیں جن سے میں اپنی کمزوریوں کو بیان کر سکوں اس لئے آپ دعاؤں سے میری مدد کریں جہاں تک ہو سکے گا میں آپ میں سے ہر ایک کی بھلائی کی کوشش کروں گا۔

الفضل ۱۷ نومبر ۱۹۶۵ء)

ہمارے پیارے امام حضرت مرزا طاہر احمد (اللہ تعالیٰ ان کی صحت عمر۔ کامیابیوں اور فتوحات میں بہت برکت عطا فرماوے) اپنے پہلے خطاب میں فرماتے ہیں۔

"اپنی دعاؤں میں (حضرت مرزا ناصر احمد) کو خاص طور پر یاد رکھیں جنہوں نے نہایت تحمل اور حوصلے کے ساتھ اپنا نہایت کامیاب دور (امامت) گذارا۔" حضور نے فرمایا کہ "جب میں (حضرت امام الثالث) کو دیکھتا تھا کہ آپ پر کتنا بوجھ ڈالا گیا ہے تو میں لرز اٹھتا تھا کہ ایک ایسا انسان جو بڑی زیادہ عمر کا ہے۔ کمزور صحت کا مالک تھا۔ وہ راتوں کو دو دو اور تین تین بجے تک کام کرتا اور خطوط کے جواب دیتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ (آپ) نے جماعت کے لئے بے شمار اور مسلسل دعائیں کیں اور ان کی زندگی میں ایسی راتیں بھی آئیں جبکہ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں سوئے وہ بے حد ہمدرد اور شفیق اور لوگوں کے دکھوں پر تڑپ اٹھنے والے وجود تھے۔ آپ کا یہ حق ہے کہ ہم سب آپ کے لئے بے حد دعائیں کریں۔ حضور نے فرمایا کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے آج تک جس طرح سب آئمہ کی کمزوریوں سے درگذر کرتے ہوئے دین کی تمکنت کا سامان مہیا کیا ہے اور سب وفاداروں سے بڑھ کر وفاداری کا ثبوت دیا ہے۔ اسی طرح وہ پہلے سے بھی بڑھ کر ستاری فرمائے۔ ہمیں ابتلاؤں سے بچائے۔" (الفضل ۱۲ جون ۱۹۸۲ء)

حضور نے اپنے پہلے خطبہ جمعہ میں نہایت پر حکمت رہنمائی کرتے ہوئے ایسے مواقع پر پاس ہونے والی قراردادوں کے متعلق ارشاد فرمایا۔

"ان ریزولیوشنز میں جانے والے کے بارے میں یہ کہنا چاہیئے کہ ہم تیری نیک یادوں کو زندہ رکھیں گے اور یہ عہد کریں گے کہ اے جانے والے اگر اس دنیا میں تیری روح تیرے نیک عزائم کی تکمیل سے سکون نہیں پا سکی تو ہم ان کی تکمیل کرکے اس دنیا میں تسکین کا سامان مہیا کریں گے اور آنے والے کے لئے جو ریزولیوشنز ہوں ان میں اس عہد کو تازہ کیا جائے کہ ہم اپنے دلوں سے معصیت اور گناہوں کے چراغ بجھا دیں گے اور تقویٰ کے چراغ روشن کریں گے اور اے آنے والے ہم تجھ سے یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم قیام شریعت کی کوششوں میں جو اللہ کے فضل کے سوا کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ دعائیں کرکے تیری مدد کریں گے۔ حضور نے فرمایا کہ کوئی ایک ذات اس عظیم کام کا حق ادا نہیں کر سکتی اس کے لئے ہمیں ایک ہاتھ کے گرنے اور اٹھنے کے نظم و ضبط کا مظاہرہ کرکے اور تمام لوگ نیکیوں میں تعاون کرکے کوشش کریں گے کہ ہر جگہ خدا تعالیٰ کے پیار اور اللہ کی یاد سے دل زیادہ روشن کریں۔ جھگڑے اور فساد مٹا دیں گے اور اس دنیا میں جنت قائم کرنے کی کوشش کریں گے اور دنیا بھر میں (احمدیت) کے پیغام کو جاری کرنے کی پوری کوشش کریں گے ۔ ۔ ۔ حضور نے فرمایا تجدید (عہد) کا فلسفہ بھی یہی ہے ۔ ۔ ۔ حضور نے فرمایا ۔ ۔ یہ ایک نئی زندگی اور احیائے نو کا وقت ہے اس سے فائدہ اٹھائیں۔ حضور نے اپنی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ مجھے لگا میں کل مر چکا ہوں اور ایک نیا وجود پیدا ہوا ہے۔ ان معنوں میں اب گھر گھر میں نئے وجود پیدا ہونے چاہئیں۔" (الفضل ۱۳ جون ۱۹۸۲ء)

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں

"سابق بالخیرات بننا چاہیئے۔ ایک ہی مقام پہ ٹھہر جانا کوئی اچھی صفت نہیں ہے دیکھو ٹھہرا ہوا پانی آخر گندہ ہو جاتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہر وقت قدم آگے ہی رکھنا چاہیئے اور نیکی میں ترقی کرنی چاہیئے۔ ورنہ خدا تعالیٰ انسان کی مدد نہیں کرتا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میر غلام احمد نسیم

محترم سید میر داؤد احمد صاحب

گذشتہ روز مقبرہ کے احاطۂ خاص میں حاضری دی۔ ایک لوح مرقد پر

"سید میر داؤد احمد صاحب"

لکھا دیکھ کر چند واقعات یاد آگئے جنہیں افادہ عام کے لئے رقم کرنا مناسب خیال کیا۔

۱۔ ۷۰ء کی بات ہے کہ ان دنوں میں گی آنا، جنوبی امریکہ، سے واپس آیا تھا اور حضرت (امام جماعت احمدیہ الثالث) (اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان سے راضی رہے) یورپ کے کامیاب دورے سے واپس تشریف لائے تھے۔ حضور کی خدمت میں استقبالیہ دینے کا فیصلہ ہوا۔ جامعہ احمدیہ کے وسیع و عریض میدان میں انتظامات تھے۔ استقبالیہ کو انتظامات کی خاطر مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ مجھے ایک حصہ کی نگرانی کے فرائض سونپے گئے۔ میں تقریباً پانچ سال کے بعد واپس وطن آیا تھا اس لئے جن افراد کی میرے ساتھ ڈیوٹی لگی ان سے تعارف نہ تھا۔ میں نے دو ایسے افراد کو اپنے ساتھ فرائض کی ادائیگی کے لئے رکھا جنہیں میں اچھی طرح سے جانتا تھا۔ انتظامات کا معائنہ کرنے کے بعد مکرم سید میر داؤد احمد صاحب نے سٹیج پر جا کر اعلان کروایا کہ جن افراد کو مدعو نہیں کیا گیا وہ استقبالیہ احاطے سے براہ کرم باہر تشریف لے جائیں۔ جن دو دوستوں کو میں کام کے لئے ہمراہ لایا تھا۔ وہ یہ اعلان سنتے ہی میرے پاس آئے کہ ہم جا رہے ہیں کیونکہ ان کے پاس دعوت نامے نہیں ہیں۔ میں نے انہیں روکنے کی کوشش کی اور کہا کہ اس اعلان سے کام کرنے والے مراد نہیں بلکہ مہمان غیر مدعوئین ہیں لیکن وہ نہ ملنے اور مجھے کہا کہ شاید آپ "میر صاحب" کو نہیں جانتے وہ ڈسپلن کے سختی سے پابندی کرانے والے ہیں۔ خود بھی ڈسپلن کے پابند ہیں اور دوسروں سے بھی یہی امید رکھتے ہیں کہ وہ ڈسپلن کی پابندی کریں چنانچہ وہ دونوں دوست احاطے سے باہر نکل گئے۔

۲۔ دسمبر ۷۰ء میں جامعہ احمدیہ میں میری عارضی تقرری ہوئی۔ چند دن ہی گذرے تھے کہ ایک روز جامعہ جاتے ہوئے راستے میں سائیکل پنکچر ہو گئی اور مجھے جامعہ پہنچنے میں چند منٹ کی دیر ہو گئی۔ گیٹ پر "میر صاحب" سے ملاقات ہو گئی۔ فرمایا "جامعہ میں اور سب کچھ برداشت ہو سکتا ہے۔ دیر سے آنا برداشت نہیں ہو سکتا۔" اس کے علاوہ کچھ نہ کہا۔ کوئی سرزنش نہیں کی۔ لیکن اس مختصر سے فقرہ میں نہ جانے کیا جادو تھا کہ اس کے بعد آج تک دیر سے مفوضہ کام پر جانے کی جرأت نہیں ہوئی۔ بلکہ ایک عادت سی بن گئی کہ وقت سے کافی پہلے گھر سے روانگی ہوتی ہے تا اگر راستے میں سائیکل ساتھ چھوڑ بھی دے تو اتنا وقت ہو کہ پیدل چل کر بھی وقت پر پہنچا جا سکے۔

۳۔ اسی دوران مجھے ارشاد ہوا کہ جامعہ احمدیہ کی عمارت کے سامنے کے احاطے میں مونجی لگوائی جائے۔ مونجی لگوانے کے دن قریب تھے مجھے اس کا کوئی تجربہ نہ تھا کہ پنیری وغیرہ کہاں سے حاصل کی جاتی ہے اور پانی کا کیا انتظام ہو سکتا ہے۔ خود ہی سب باتیں بتائیں اور ساتھ ہی فرمایا کہ اس میدان میں مونجی لگوانے کا مقصد مالی منفعت نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ یہاں کلر ختم ہو اور پھر گھاس لگا کر گراسی پلاٹ بنایا جائے اور پھر اس کی اطراف پودے لگائے جائیں اور ان کے نیچے سیمنٹ کے بنے ہوئے تختہ بنچ ڈلوا دیئے جائیں تا طلبہ کو مطالعے کی سہولت ہو۔ برابر دو سال میں مونجی لگواتا رہا۔ دھان تو بوری بھر ہی حاصل ہوتی لیکن فرماتے مقصد حاصل ہو رہا ہے اس لئے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

۴۔ ۷۲ء کے جلسہ سالانہ پر میری مہمان نوازی کی ڈیوٹی دارالضیافت میں لگی مجھے چونکہ کوئی زیادہ تجربہ نہیں تھا احباب کی گرم و سرد باتوں کا جواب بعض اوقات سرد گرم ہی دیتا اور چونکہ اس زمانہ میں میں کافی عرصہ پاکستان سے باہر گذار کر آیا تھا اس لئے افراد جماعت کے درجات سے واقف نہ تھا بلکہ یوں کہیں کہ پہچان ہی نہ تھی۔ سب سے ایک جیسا سلوک روا رکھا۔ دارالضیافت میں کراچی کے احباب قیام پذیر تھے۔ ان میں سے کسی دوست کو میرا سلوک ناگوار گذرا۔ اس نے "میر صاحب" کے پاس شکایت کر دی۔ جواب طلبی ہوئی۔ کہنے لگے ان صاحب کو آپ جانتے نہیں۔ میں نے صاف بات بتا دی کہ حقیقت یہ ہے کہ میں اس میدان میں نووارد ہوں۔ کوئی بازپرس نہ کی بلکہ کہا کہ ایسے رش کے موقعوں پر ایسا ہو جانا ناممکن نہیں۔

۵۔ اسی جلسہ پر ایک نہایت پیارا واقعہ پیش آیا۔ ۲۸ دسمبر کو جلسہ کی تقاریر کا آخری دن تھا شام کا کھانا تقسیم کرنے کے بعد اکثر کارکن گھروں کو چلے گئے اور کسی کو میں نے تاکید نہیں کی کہ ۲۹ کی صبح کو جلد آنا ہے بلکہ سرے سے وقت تبلایا ہی نہیں کیونکہ جلسہ گاہ تو اس روز کسی نے جانا ہی نہیں تھا اور ہم یہ سمجھے کہ اس روز کھانا تقسیم کرنے میں اگر دیر بھی ہو گئی تو کوئی مضائقہ نہیں۔ میں خود گھر جا کر مزے سے سو گیا۔ حد یہ کہ دفتر میں بھی کسی کی ڈیوٹی نہ لگائی۔ محترم میر صاحب نے صبح کے تین ساڑھے تین بجے فون کیا تو اتفاق سے ایک فرض شناس والنٹیئر وہاں موجود تھا۔ اس سے تو حال احوال ہی پوچھا لیکن یہ پیغام دیا کہ جب نگران آئے تو اسے فوراً میرے پاس بھجوا دیں۔ فجر کی نماز کے بعد پہنچا اور جب پیغام ملا تو میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی کہ نہ جانے کیا سزا ملتی ہے۔ ڈرتا ڈرتا دفتر حاضر ہوا۔ پوچھنے لگے کہ رات تین ساڑھے تین بجے کے عمل میں کوئی لڑکا ڈیوٹی پر تھا اور آیا کہ اس کی ڈیوٹی لگائی گئی تھی یا وہ از خود آ گیا تھا۔ میں نے صاف بات بتا دی کہ کسی کی ڈیوٹی نہیں لگائی گئی تھی اور یہ بھی بتا دیا کہ ہم نے سمجھا تھا کہ کل احباب نے جلسہ سننے تو جانا نہیں اور کام کرنے والے تھکے ہوئے ہیں آرام کر لیں گے۔ پھر اس لڑکے کا نام پوچھا۔ جب میں نے نام تبلایا تو فرمانے لگے ایسا بے لوث کارکن انعام کا مستحق ہے، جلسہ کے اختتام پر آپ اسے میرے پاس بھجوا دیں۔ مجھے بے حد خوشی ہوئی کہ سزا کے خوف کو سینے میں دبائے گیا تھا لیکن ہمارے شعبہ کا کم از کم ایک رکن تو انعام کا مستحق قرار پایا۔ لوح مزار پر اپریل ۷۳ء تاریخ وفات درج تھی۔ گویا یہ جلسہ حضرت میر صاحب کا آخری جلسہ تھا۔ حضرت میر صاحب گوناگوں خوبیوں کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

آپ کا خط ملا

محترمہ صفیہ بیگم صاحبہ (ٹیکسلا) لکھتی ہیں:-

جب بھی الفضل اخبار گھر آتا ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی فرشتہ کچھ سمجھانے کے لئے آیا ہے۔ ہماری غفلتوں، سستیوں اور کوتاہیوں کو دور کر کے روح کی تسکین کا باعث ہے۔

جیسے یہ چند لائنیں کچھ دن پہلے کی الفضل میں حالات و واقعات کے عین مطابق تھیں کہ "ہر مشکل کے وقت پہلے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرو پھر اسباب اختیار کرو۔ انسان کو ہمت نہیں ہارنی چاہیئے۔ ہمت اخلاق فاضلہ میں سے ہے دن بہت ہی نازک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے غضب سے سب کو ڈرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کسی کی پرواہ نہیں کرتا مگر صالح بندوں کی۔

غفلت اور سستی کا بہترین علاج استغفار ہے۔ یہ برائی کی راہ میں دیوار بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور نیکی کے لئے مشعل راہ بھی ہیں۔"

آخر میں دعا ہے کہ آپ کی انتھک کوششوں سے ہمیں جو منتخب مواد حاصل ہوتا ہے ان کو سمجھنے اور اپنانے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم صحیح معنوں میں الفضل سے استفادہ کر سکیں۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔

چندہ وقف جدید

حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ فرماتے ہیں "کوشش یہ ہونی چاہیئے اس میں تعداد زیادہ ہو۔ کثرت کے ساتھ احمدی بچے، عورتیں، بوڑھے اس میں شامل ہوں اور رقم اتنی رہے عام چندے کے لحاظ سے کہ خاندانوں پر بوجھ نہ پڑے۔ حضور نے اس سلسلے میں مزید فرمایا کہ اس تحریک کے ساتھ میں نئے سال کا اعلان کرتا ہوں اور اس اعلان کے ساتھ میں یہ بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جماعت کی دیگر مالی ذمہ داریوں پر اس کا اثر نہیں پڑنا چاہیئے۔ اس شرط کے ساتھ یہ تحریک کی جا رہی ہے کہ کسی جگہ سے بھی یہ شکوہ نہیں پھر آنا چاہیئے کہ آپ نے ایک اور تحریک کر دی تھی۔ اس لئے ہمارے فلاں چندہ میں کسی قسم کی کمی آ گئی یا DIVERSION ہو گئی کسی اور طرف اس کے نتیجے میں کمی آ گئی ہے۔"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ثاقب زیروی ایڈیٹر ہفت روزہ لاہور

"زندہ رُود" پر تبصرہ

مصنف شیخ عبدالماجد (المحتسبین منزل) حسن مارکیٹ نیو سمن آباد لاہور۔
ناشر ارشاد احمد ورک ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان۔
ضخامت ۵۵۲ صفحات۔ قیمت ۱۲۵ روپے

زیرِ نظر کتاب جو پاکستان کے بطلِ جلیل چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان کے نام نامی سے منسوب و معنون ہے۔ فرزندِ اقبال جسٹس ریٹائرڈ ڈاکٹر جاوید اقبال کی "زندہ رُود" نامی کتاب پر تبصرہ کا حکم رکھتی ہے۔ جس میں وہ علامہ اقبال کے سوانح ایک غیر جانبدار مؤرخ کی حیثیت سے لکھنا چاہتے تھے لیکن مندرجات تالیف سے واضح ہے کہ اپنے اس نیک ارادے کو عملی جامہ نہیں پہنا سکے۔ کیونکہ موصوف نے ہر اُس واقعہ۔ شخصیت اور سیاسی وغیر سیاسی تغیر پر (جس کا ذرا سا بھی تعلق احمدیت سے نکلتا تھا) قلم اٹھاتے وقت اوّل سے آخر تک صرف مخالف احمدیت ذرائع ہی کو مُستند و معتبر سمجھا یہاں تک کہ جو واقعات ان کے خاندان کو ان کی کم عمری میں پیش آئے جب وہ گھر اور خاندان میں صائب الرائے نہیں سمجھے جاتے تھے ان پر قلم اٹھاتے وقت بھی انہوں نے اپنے قریب ترین اعزّہ سے استصواب تک ضروری نہیں سمجھا اور نہ صرف بلا تکلف اپنے دادا جان کے قبول احمدیت کے واقعہ پر خط تنسیخ کھینچا اور اپنے والد بزرگوار کی "بیعت" کو مبہم بنانے کے لئے غیر مؤثر قانونی موشگافیاں تراشیں اپنے تایا جان شیخ عطا محمد کے بارے میں بھی بڑی حتمیت سے لکھ مارا کہ وہ احمدیت کے دائرے سے نکل گئے تھے اور اس کے لئے ثبوت یہ پیش کیا کہ اُن کی نماز جنازہ شہر کے ایک سُنّی مولوی نے پڑھائی تھی جب کہ واقعہ یہ ہے کہ شہر کے کچھ لوگ مرحوم سے معاشرتی روابط کے باعث ان کی نماز جنازہ پڑھنا چاہتے تھے۔ جنہیں مرحوم کے فرزندِ ارجمند شیخ اعجاز احمد نے اجازت دے دی کہ پہلے وہ پڑھ لیں اس کے بعد ہم (احمدی) پڑھ لیں گے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علامہ کے سوانح کے جن پہلوؤں پر موصوف جس رنگ میں بھی خامہ فرسائی کرتا اور ان سے جو نتیجہ نکالنا چاہتے تھے اس کے لئے انہوں نے کمزور سے کمزور اور مضحکہ خیز سے مضحکہ خیز روایات کو اہمیت دینے اور وقیع ترین دستاویزی حقائق اور تائیدی ثقہ روایات کو نظر انداز کر دینے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کی ــ مثال کے طور پر احمدیت سے علامہ کی دُوری اور پھر مخالفت تک نوبت پہنچنے کی یہ اصل وجہ بیان کرنے کی بجائے کہ فلاں فلاں سیاسی محرومیوں کے باعث انہیں دھچکا لگا یا مجلس احرار کے فلاں فلاں رہنماؤں کے زیر اثر وہ رفتہ رفتہ احمدیت سے دور ہوتے گئے یہاں تک کہ یہ بُعد مخالفت کا رنگ اختیار کر گیا۔ انہوں نے یہ لکھنے کو ترجیح دی کہ

"احمدیوں نے شروع ہی سے کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح اقبال جیسی غیر معمولی قابلیت کی حامل شخصیت کو احمدی مذہب کو قبول کرنے کے لئے رضامند کیا جائے۔ احمدیوں کے ایک اخبار نے خبر وضع کر کے شائع کر دی کہ اقبال نے احمدی عقیدہ رکھنے والی کسی لڑکی سے شادی کر لی ہے اس پر اقبال نے اس خبر کی تردید میں ایک بیان دیا کہ انہوں نے ایسی کوئی شادی نہیں کی۔ بلکہ جس کسی نے یہ شادی کی ہے وہ کوئی اور ڈاکٹر اقبال ہوں گے۔ جب احمدیوں کو اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی تو انہوں نے اقبال کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنا شروع کر دیا۔"

اور غضب خدا! کا اپنی خبر کو مؤثق ثابت کرنے کے لئے مصنف "زندہ رُود" نے یہ بھی لکھ دیا کہ دلہن شیخ یعقوب علی تراب کی نواسی تھی۔ جبکہ دلہن حضرت مولنا نورالدین کی نواسی یعنی ان کے داماد مفتی فضل الرحمٰن کی صاحبزادی تھیں اور دولہا کا نام ڈاکٹر اقبال علی غنی تھا۔ جسے کاتب نے غلطی سے ڈاکٹر محمد اقبال لکھ دیا۔ حضرت علامہ نے اخبار "الحکم" کو تردید بھجوائی جو شائع ہو گئی مگر مصنف "زندہ رود" کی افتادِ طبع کہ انہوں نے اس "سہو کتابت" کو حضرت علامہ پر ڈورے ڈالنے سے تعبیر کیا۔

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اس واقعہ سے نہ حضرت علامہ نے کوئی منفی تاثر لیا اور نہ جماعت احمدیہ کے افراد ہی میں ان کے بارے میں ناپسندیدگی کی کوئی لہر دوڑی جسکا ناقابل تردید ثبوت اس واقعہ کے بعد علامہ کا ملت بیضا پر ایک "عمرانی نظر" کے موضوع پر وہ لیکچر ہے جس میں علامہ ممدوح نے

جماعت احمدیہ کو علیحدگی پسند تحریک کی بجائے "اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ" قرار دیا۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ متذکرہ شادی کے چند ماہ بعد دسمبر ۱۹۱۰ء میں حضرت علامہ نے اپنے فرزند دلبند شیخ آفتاب اقبال کو حصولِ تعلیم کے لئے قادیان بھجوایا اسی طرح انہوں نے علامہ کی انگریز حکام کی مدح سرائی کے جواز میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ موصوف نے انگریز حکام کی تعریف میں جو نظمیں کہیں۔ وہ طبعاً و اخلاقاً کہیں۔ جیسے علامہ اقبال کے نزدیک انگریز حکمران کو "سایۂ خدا" کہنا طبعاً و اخلاقاً جائز تھا۔ بسا ممکن ہے مصنف "زندہ رُود" یہ سمجھتے ہوں کہ طبعی و اخلاقی جذبات "غیر دینی" ہوتے ہیں ایک دوسری جگہ یہ لکھتے ہیں کہ یہ نظمیں مجبوراً اور مصلحتاً لکھی گئیں جن کے انعام کے طور پر (اس انگریز بیزار شخصیت کو "سر" کا خطاب عطا ہوا۔ جس پر ان کے مولوی ظفر علی خان ایسے سیاسی رفیق بھی بھنا اٹھے ــ اور گو خطاب ملنے کے بعد ۱۷ جنوری ۱۹۲۳ء کو مقبرہ جہانگیر میں مبارک باد پارٹی سے خطاب کرتے ہوئے (جس میں گورنر اور تمام سرکاری عمائدین شریک تھے) علامہ نے یہی کہنے میں مصلحت سمجھی کہ

"مجھ کو خطاب دے کر گورنمنٹ نے اُردو اور فارسی کے ادیبوں کی عزت افزائی کی ہے"

لیکن "بندے ماترم" اور دیگر ملکی جرائد نے لگی لپٹی رکھے بغیر برملا لکھا کہ

"اقبال کو خطاب انکی گزشتہ اور آئندہ سیاسی خدمات کے صلہ میں ملا ہے"۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر بقول مصنف "زندہ رود" اقبال سیاسی بیداری کے اس دور میں واقعی انگریزی حکومت کے بدخواہ غیر وفادار۔ غیر اطاعت گذار یا مخالف ہو چکے تھے تو آپ نے انگریزوں سے "سر" کا خطاب کیوں قبول کیا اور پھر مرتے دم تک اسے سینے سے کیوں لگائے رکھا؟ مصنف زندہ رود کے فکر کی اصل شوخی یہ ہے کہ انہوں نے احرار اور زمیندار کی وضعی روایات و ہفوات کے مقابلہ میں کسی وقیع تحریر یا تنقید کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ اس مجلس احرار کی ہفوات پر جس کی بنیاد کانگریس نے رکھی اور جس کی نشوونما سردار ولبھ بھائی پٹیل اور ابوالکلام آزاد کے سایۂ عاطفت میں ہوئی اور اس "زمیندار" کی وضعی روایات پر جو بقول آغا شورش کاشمیری ۱۹۳۸ء تک کانگرس کا حامی تھا اور جس کے بارے میں جلالۃ الملک ابن سعود نے مولانا غلام رسول مہر سے یہ کہا تھا کہ ـــ "زمیندار قلیل الفکر، جلدباز اور دیانت کے وقت ڈھل جانیوالا جریدہ ہے" رہی یہ بات کہ احرار کے ترجمان مجاہد اور زمیندار کی صحافت (جس پر انہوں نے انحصار کیا) کس درجہ ثقہ و وقیع تھی تو اس کے لئے "کاروانِ احرار" کے مصنف کی رائے بڑی معنی خیز ہے "مجاہد اخبار" ابتداً میں چار صفحات پر شائع ہونا شروع ہوا۔ ماسٹر تاج الدین انصاری اس کے چیف ایڈیٹر مقرر ہوئے اور جواب آں غزل کے طور پر روزنامہ "زمیندار" کا "جواب الجواب" شروع ہوا۔ اگر زمیندار ایک جھوٹ شائع کرتا تو مجاہد چار جھوٹ بنا کر شائع کرتا۔ عوام ہر صبح اسکے منتظر رہتے۔ دیکھتے ہی دیکھتے "مجاہد" کی اشاعت دس ہزار کے قریب پہنچ گئی۔"

"زندہ رُود" لکھتے وقت آخر وقت تک ان کے فکر کی آنکھوں پر اسی سیاسی حلقے کی ہفوات سُبک کا چشمہ چڑھا رہا۔ ورنہ ایک غیر جانبدار مؤرخ شیخ عبداللہ (المعروف بہ "شیر کشمیر") کے اس انکشاف کے بعد کہ

"میں نے مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور شیخ حسام الدین نے کانگرسی لیڈروں سے خاص کر مولانا ابوالکلام آزاد سے کشمیر کے مسئلہ میں بات کی۔ ہم نے موجودہ کشمیر کمیٹی میں شمولیت کے بارے میں کانگرس کے صدر مولانا آزاد سے تفصیلی گفتگو کی تو مولانا آزاد نے سب باتیں سن کر کہا کہ احرار کو "فرقہ وارانہ اتحاد" کے لئے مسئلہ کشمیر کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہیئے۔"

اس نتیجہ پر پہنچے بغیر کس طرح رہ سکتا تھا کہ ـــ احرار کو تحریک آزادی کشمیر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو سبوتاژ کرنے کی مہم کے لیئے "مارچنگ آرڈر" (ہندو) کانگرس کے صدر نے دیا تھا ــــ اور نہ اس کے لیئے یہ سمجھنا ہی مشکل ہوتا کہ مجلس احرار کشمیر کی مہم کے معاملہ میں کس قدر مخلص اور دیانتدار تھی۔ اور کہ وہ محض ہندو کانگرس کی آلہ کار تھی اور اس نے علامہ اقبال کی عظیم شخصیت کو اپنی بد عنوانیوں کے لیئے ڈھال بنایا ہوا تھا۔ عجیب بات ہے کہ مصنف زندہ رُود نے اپنی اس تالیف میں مسلمانان پنجاب کے عظیم محسن سر فضل حسین تک کو نہیں بخشا۔ جن کا بڑے بڑے فرعون صفت انگریزوں سے واسطہ پڑا لیکن انہوں نے ہر فرعون کی اکڑی ہوئی گردن کو جھک جانے پر مجبور کر دیا۔ اس کبیدہ خاطری کی وجہ یہ کہ موصوف نے احرار۔ زمیندار اور علامہ اقبال کی ۳۵ء کی (جماعت احمدیہ کے خلاف تحریک کے بارے میں اپنی ڈائری میں واضح طور پر یہ تحریر فرمایا کہ ــ ۳۵ء میں احرار کی تحریک کو گورنمنٹ کے حکام خصوصاً "سی آئی ڈی" کا تعاون حاصل ہے بلکہ موخرالذکر اس میں باقاعدہ ملوث ہے ــ نیز اپنے ایک سے زیادہ خطوط میں اس تاثر کا اظہار کیا۔

(۱) اقبال اور دیگر مسلم لیڈر اپنی سیاسی اغراض کے حصول کی خاطر مسلمانوں میں مذہبی فرقہ پرستی کو ہوا دے رہے ہیں" اور کہ اقبال مسلمانوں کے اتحاد اور یک جہتی کو اندر سے توڑنے کی کوشش کر رہے ہیں"

نیز سر فضل حسین نے اپنی ۲۰۔ اگست کی ڈائری میں تحریر کیا کہ

"احرار اور پنجاب گورنمنٹ میں ان دنوں گہرا یارانہ ہے"

میاں سر فضل حسین کے علاوہ مصنف "زندہ رُود" نے برصغیر کی دوسری عظیم شخصیت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان کے بارے میں بھی طبع آزمائی فرمائی ہے جن سے حضرت علامہ اور ان کے مداحین کو براہِ راست یہ رنج پہنچا کہ انہیں وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کا رکن کیوں چن لیا گیا۔ جب کہ حضرت علامہ بھی اس عہدہ جلیلہ کے امیدوار تھے۔ کسی بھی اچھی بات کو ناخوشگوار مفہوم کا جامہ پہنانا، کوئی مصنف "زندہ رُود" سے سیکھے چوہدری صاحب کے بارے میں کہنے کو جب اور کچھ نہ ملا تو یہی بات روا روی میں کہہ دی کہ ــ سر ظفر اللہ خان نے مسلم لیگ کے جس اجلاس کی صدارت کی وہ اجلاس مقررہ جگہ کی بجائے ایک ٹھیکیدار خانصاحب سیّد نواب علی کے مکان پر منعقد ہوا تھا۔ کاش وہ لگے ہاتھوں اپنے قارئین کو یہ بھی بتا دیتے کہ ــ حضرت علامہ کے خطبہ الہ آباد والا اجلاس ایک تمباکو فروش شیخ رحیم بخش کی عمارت میں ہوا تھا۔ جس میں صرف چند نمائندوں نے شرکت کی تھی اور ۷۵ ارکان کا کورم بھی بمشکل پورا ہوا تھا۔ دوسرا نقص انہوں نے سر ظفر اللہ خان کی شخصیت میں یہ تلاش کیا ہے کہ سر فضل حسین نے اپنے یکم ستمبر ۱۹۳۰ء کے ایک مکتوب میں لکھا کہ

"ظفر اللہ خان ایک اچھا خاموش شخص ہے جو اپنے آپ کو آگے کرنے کی خواہش نہیں رکھتا۔ اور ہر اس کام کے لیئے تیار رہے جو اسے کرنے کو کہا جائے"

اللہ پاکستان کے ہر سیاسی رہنما کو ان اوصاف سے متصف کر دے کہ وہ اپنی قیادت کے ساتھ مخلص ہوں جو قومی خدمت ان کے سپرد کی جائے اسے سرانجام دینے کے لیئے ہمہ وقت مستعد رہیں۔ اور خواہ ان کے چرب زبان حواری کتنا ہی ورغلائیں اپنے آپ کو خود آگے کرنے کی خواہش نہ کریں۔

لیکن مصنف "زندہ رُود" اپنی جگہ یہ کہنے میں حق بجانب بھی ہیں کہ ان کے لیئے تو اپنے والد بزرگوار کا عملی نمونہ ہی لائق صد تقلید ہو سکتا تھا۔ جنہوں نے وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کی رکنیت کے لیئے تمنا بھی کی اور بسترِ مرگ پر بھی اپنے قائد کے خلاف جنگ جاری رکھی۔ راقم السطور کے نزدیک "زندہ رود" کے مصنف ڈاکٹر شیخ جاوید اقبال اور زندہ رود پر "تبصرہ" کے مصنف شیخ عبدالماجد میں نمایاں فرق یہ ہے کہ ــ اول الذکر نے یہ کتاب اپنے آپ کو ایک ایسی مؤرخانہ اتھارٹی سمجھ کر تحریر فرمائی ہے جسے حقائق و واقعات متعلقہ کی چھان پھٹک اور ثقہ و مستند روایات اور حوالوں کے تجسس کی الجھن میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن تاریخ تو ایک بڑا ہی وقیع۔ کھرا اور سنجیدہ مضمون ہے۔ اس میں تو ذراسی رورعایت بھی گناہ متصوّر ہوتی ہے ــ جب کہ شیخ عبدالماجد نے تو حضرت علامہ کی زندگی کے آخری ۳۲ سالوں کے سوانح سے متعلق ایسے مستند و وقیع (موافق و مخالف) دستاویزی ثبوتوں اور حوالوں کا انبار لگا دیا ہے جن پر نظر ڈالنے کے بعد کسی بھی ذی شعور قاری کیلئے حضرت علامہ کی زندگی کے کسی بھی متنازعہ واقعہ کے بارے میں صحیح فیصلہ پر پہنچنا دشوار نہیں رہتا۔

مصنف زندہ رُود" کسی قدر تخفیف یعنی مبالغہ تشکیک کے مریض بھی ہیں۔ چند سال گذرتے ہیں موصوف نے جینوا میں منعقدہ "ہیومن رائیٹس باڈی" کے ایک اجلاس میں پاکستان میں احمدیوں کی تعداد صرف ۵۶ ہزار بتا کر اجلاس کے منتظمین کو چونکا دیا تھا گو وہیں ایک سامع نے کھڑے ہو کر اعداد و شمار ہی کی روشنی میں انہیں ایسا آڑے ہاتھوں لیا کہ انہیں اس تنظیم کے اکابر سے آنکھیں ملانا مشکل ہو گیا۔

"زندہ رُود" پر تبصرہ "زندہ رُود" کا قرار واقعی پوسٹ مارٹم تو ہے ہی۔ راقم السطور کے نزدیک تاریخ پر احسان کا درجہ بھی رکھتا ہے۔ ایسے تجزیاتی تعاقب تاریخ کی عصمت کے تحفظ کے لیئے ازبس ضروری ہیں۔

(ہفت روزہ لاہور ۲۴ اگست ۱۹۹۱ء)

سعید احمد خان

محترمہ مسکین بیگم صاحبہ

میری دادی جان محترمہ مسکین بیگم صاحبہ موضع بیدا نزد شاہجہانپور یو۔پی انڈیا میں مورخہ ۲۷۔ جون ۱۹۹۱ء بوقت ۵ بجے شام اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئیں۔ وفات کے وقت انکی عمر ۹۰ برس سے متجاوز تھی۔

محترمہ دادی جان اپنے بڑے بھائی محترم الطاف حسین خانصاحب شاہجہانپوری کے ذریعہ سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئیں اور تادمِ آخر سلسلہ سے وابستہ رہیں۔ آپ سادہ زندگی گذارنے والی خاتون تھیں۔ تمام عمر صوم و صلوٰۃ کی پابند رہیں۔ دعاگو، صابر و شاکر اور شفیق تھیں۔ پردہ کی بہت پابند تھیں آخری عمر میں بھی کبھی پردے کے بغیر گھر سے باہر نہیں نکلیں۔ اپنے کسی عزیز و اقارب اور ہمسایوں سے بھی کبھی کسی قسم کا جھگڑا نہیں کیا۔ اور سب کو جھگڑوں سے دور رہنے کی تلقین کرتیں۔ اپنے بچوں کو نماز روزوں کی تلقین اور پابندی کرواتی اور سلسلہ سے ہر آن وابستہ رہنے کی نصیحت کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہر تقدیر پر راضی بہ رضا رہتیں۔ ۱۹۴۷ء میں ان کے دو بیٹے (امجد خان و ممتاز احمد خان احمد نگر نزد ربوہ پاکستان آکر آباد ہو گئے تھے۔ اس طرح ایک بیٹی بھی۔ سلسلہ کی مالی تحریکات میں حسب توفیق حصہ لیتی۔ اور اپنے بچوں کو بھی اس میں حصہ لینے کی تلقین کرتیں۔ آپ نے اپنے بچوں کی احسن رنگ میں تربیت کی۔ پاکستان میں ان کے دونوں بیٹے پاسپورٹ بنوا کر انہیں ملنے کیلئے وہاں پہنچے ہی تھے کہ ان کی وفات ہو گئی۔ دادی جان محترمہ اس لحاظ سے خوش قسمت رہیں۔ کہ ان کی آخری رسوم میں اُن کے تمام بیٹے موقع پر موجود تھے۔ آپکا جنازہ گاؤں میں ہی آپ کے چھوٹے بیٹے مکرم جمیل احمد خان (جو ہندوستان میں آپ کے پاس ہی مقیم ہیں) نے پڑھایا اور آس پاس کے دیہات کے جملہ احمدی افراد نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔

قارئین الفضل اور سلسلہ کے احباب سے درخواست ہے کہ محترمہ دادی جان کے لیئے دعا فرمائیں۔ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور جملہ پسماندگان، جو کہ انکی دعاؤں سے محروم ہو گئے ہیں کا خود حامی و ناصر ہو۔

پردہ

○ یہ احمدی مستورات کا فرض ہے کہ دُنیا پر ثابت کر دیں کہ باوجود پردہ کی حدود کے اندر رہتے ہوئے ہم کسی بھی طرح ترقی کرنے اور نیکیوں کے کرنے سے محروم نہیں رہے۔

○ پردہ صرف ظاہری باریکیوں اور تفاصیل کی وضاحت کا نام نہیں۔ پردہ کی رُوح کی طرف خاص توجہ دینی چاہیئے۔

(حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بین المملکتی حالات، واقعات، شخصیات ـــــ نون۔ سین

تنازعہ فلسطین

بنی صدر کسی وقت ایران کے صدر تھے۔ انقلاب کے وقت انہیں ایران چھوڑنا پڑا اور اسوقت سے وہ ایران سے باہر اپنی زندگی گذار رہے ہیں۔ اب انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا عنوان ہے ۔ My turn to speak, Iran, the revolution and secret deals with the U.S.A. یعنی اب میرے بولنے کی باری آئی ہے۔ ایران، انقلاب اور امریکہ کے ساتھ خفیہ معاہدے۔ جب انہوں نے امریکہ آنے کے لئے ویزہ کی درخواست دی تو امریکی کانگریس میں اس امر پر خاصی بحث ہوئی کہ انہیں امریکہ آنے دیا جائے یا روک دیا جائے بہت سے اراکین اس بات کے حق میں نہیں تھے کہ انہیں امریکہ میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے۔ لیکن بہرحال انہیں اجازت مل گئی اور اب وہ امریکہ میں ہیں۔ اپنی اس نئی کتاب میں انہوں نے کھل کر یہ بات کی ہے کہ ریگن نے اپنے انتخاب کے موقع پر ایران سے ایک معاہدہ کیا تھا۔

اگرچہ امریکہ میں ان باتوں کی تردید کی گئی ہے۔ لیکن بہرحال ابوالحسن بنی صدر نے کتاب میں نہایت واضح طور پر یہ الزام لگائے ہیں امریکہ میں وہ ایک قومی ٹی۔وی پروگرام جس کا نام ہے "گڈ مارننگ امریکہ" اور جس کا تعلق اے۔بی۔سی سے ہے۔ اس پر بھی انہوں نے ایک انٹرویو دیا ہے۔ مسٹر بنی صدر نے جن ناموں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے ان میں۔ سی آئی اے کے سابق سربراہ کیسی (CASY) مسٹر میک فارلینڈ، رچرڈ ایلن، سمر مین، اور کچھ اور نام ہیں جنہوں نے ریگن کو زیادہ پُر اعتماد بنانے کے لئے ایران سے معاہدوں میں حصہ لیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ان کی حکومت اس وقت امریکی یرغمالیوں کو چھوڑنے کے لئے تیار تھی۔ لیکن چونکہ خفیہ معاہدے کئے جاچکے تھے اس لئے انہیں چھوڑنے کا موقعہ فراہم نہ کیا جاسکا۔ پریذیڈنٹ بش اس وقت وائس پریذیڈنٹ تھے انہوں نے حال ہی میں ان تمام باتوں کا جو اس کتاب میں درج ہیں انکار کیا ہے۔ ابوالحسن بنی صدر نے کہا ہے کہ وہ تو ایران سے باہر آئے ہی اس لئے تھے کہ ان باتوں کو سرعام لاسکیں۔ البتہ انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ اس کے وقت کے امریکہ کے صدر جمی کارٹر کا ان باتوں میں کوئی ہاتھ نہیں تھا۔ بنی صدر ایران کے پہلے لیڈر ہیں جنہیں امریکہ میں داخلے کی اجازت دی گئی ہے۔ یعنی ۱۹۷۰ء کے اسلامی انقلاب کے بعد۔

ریڈیو اردن نے بتایا ہے کہ شاہ حسین نے اس بات کا اعادہ کیا ہے کہ مشرق وسطیٰ کے متعلق جو امن کانفرنس بلائے جانے کی تجویز ہے اس میں تنظیم آزادی فلسطین کو شرکت کرنے کا موقعہ ملنا چاہیئے۔ انہوں نے کہا کہ یہی ایک ایسی تنظیم ہے جو فلسطینیوں کے حقوق کے مختلف پہلوؤں پر جن کا تعلق عرب اسرائیل تنازعہ سے ہے بات کرسکتی ہے۔ یہ بات انہوں نے تنظیم آزادی فلسطین کی ایگزیکٹو کمیٹی کے ایک رکن محمود عباس سے کہی۔ جب ان دونوں کی ملاقات ہو رہی تھی تو ریڈیو کے مطابق شاہ حسین نے اس بات کی وضاحت کی کہ امریکہ جس امن کانفرنس کے لئے کوشش کر رہا ہے اس میں تنظیم آزادی فلسطین کا ہونا لازمی امر ہے۔ اردن نے اس بات کی حامی بھری ہے کہ وہ علاقائی امن کانفرنس میں بھی شرکت کے لئے تیار ہے۔ کیونکہ اصل مقصد اس علاقے میں امن کا قیام ہے۔ بعض دیگر ذرائع نے بتایا ہے کہ فلسطینی مرکزی کونسل جس کا گذشتہ ماہ اجلاس تیونس میں ہوا تھا۔ نے امریکہ کی علاقائی کانفرنس کی تجویز کو مسترد کر دیا تھا۔ بلکہ اس بات کی بھی حامی نہیں بھری کہ اقوام متحدہ کے علاوہ کسی اور طرف سے ایسی کانفرنس کے بلائے جانے کی دعوت دی جائے۔ البتہ اس فلسطینی مرکزی کونسل نے اپنے چیئرمین یاسر عرفات کو اس بات کا حق دیا ہے کہ وہ امن کے قیام کے سلسلے میں جو بھی کوششیں کی جائیں ان کے متعلق خود فیصلہ کرسکتے ہیں۔ البتہ انہیں ۱۹۸۸ء کے تنظیم آزادی فلسطین کے فیصلے کے مطابق کام کرنا ہوگا۔ یہ فیصلہ اس سلسلے میں تھا کہ فلسطینیوں کی ایک ریاست قائم کی جائے۔ یعنی اس علاقے میں اسرائیل کی ایک ریاست ہو اور ایک فلسطین کی۔ جہاں تک اس کانفرنس کے لئے اردنی فلسطینیوں کے وفد کی تشکیل کا سوال ہے۔ اردن اور تنظیم آزادی فلسطین کے بیانات امریکہ اسرائیل سے بالکل متضاد ہیں شاہ حسین نے کہا کہ اردن صرف اسی صورت میں اس کی حمایت کرسکتا ہے جب کہ فلسطینی اس کی حمایت کریں۔ جب کہ تنظیم آزادی فلسطین کا مطالبہ یہ ہے کہ صرف وہی فلسطینی اس کانفرنس میں شمولیت اختیار کریں جنہیں یہ تنظیم مقرر کرے۔ اور چونکہ امریکہ تنظیم آزادی فلسطین کے وجود کو تسلیم نہیں کرتا۔ خاص طور پر اس رنگ میں کہ وہ فلسطینیوں کی نمائندہ تنظیم ہے۔ اس کی خواہش ہے کہ ایسے فلسطینی جن کا اس تنظیم سے تعلق نہیں ہے۔ انہیں امن کانفرنس کی دعوت دی جائے۔ اسرائیل نے اس سلسلے میں یہاں تک کہہ دیا ہے کہ وہ کسی فلسطینی کو جس کا کسی رنگ میں بھی تنظیم آزادی فلسطین سے تعلق ہو۔ کانفرنس میں شرکت کے لئے قبول نہیں کرسکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ساری بات اس قدر الجھ گئی ہے کہ کسی امن کانفرنس کے انعقاد کی اب کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اور اگر امن کانفرنس منعقد نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ فلسطین اسرائیل تنازعہ جوں کا توں رہے اور سارا مشرق وسطیٰ اس تنازعے کا نقصان اٹھاتا رہے۔

حکمت کی باتیں

(ڈان)

کموڈور ریٹائرڈ ایس جے اے جعفری کراچی۔ ڈان میں شائع شدہ ایک خط میں کہتے ہیں کہ میں خلیل جبران کی تصنیفات پڑھ رہا تھا تو میرے سامنے کچھ ایسے پیراگراف آئے جن میں بالکل ویسی ہی کیفیات کا ذکر تھا جو اس وقت پاکستان میں ہیں یا اس سے پہلے کبھی پاکستان میں تھیں۔

انہوں نے لکھا ہے۔

میرے دوستو اور میرے ہمسفرو ایسی قوم پر ترس کھاؤ جو عقائد سے بھری ہوئی ہے اور مذہب سے خالی ہے۔

ایسی قوم پر ترس کھاؤ جس نے ایک ایسا چوغہ پہنا ہوا ہے جس کا کپڑا یہ خود نہیں بنتے۔ یہ ایسی روٹی کھاتی ہے جس کی فصل یہ خود نہیں کاٹتی یعنی گندم خود نہیں اگاتی اور خود نہیں کاٹتی۔ اور یہ ایک ایسا مشروب پیتی ہے جو خود اس کا اپنا کشید کیا ہوا نہیں ہے۔

ایسی قوم پر ترس کھاؤ جو تشدد کرنے والوں کو اپنا ہیرو مانتی ہے۔ اور جو شخص دھوم دھام سے فتوحات کرتا ہے اسے رحم دل اور دیالو سمجھتی ہے۔

ایسی قوم پر ترس کھاؤ کہ جو خواب میں جس جذبے سے نفرت کرتی ہے جاگتے پر اس کے آگے سرنگوں ہو جاتی ہے۔

ترس کھاؤ ایسی قوم پر جو اپنی آواز بلند نہیں کرتی سوائے اس وقت کے جب وہ جنازے کے ساتھ جا رہی ہوتی ہے۔ اور وہ فخر نہیں کرتی سوائے اپنی بربادیوں پہ۔ اور وہ بغاوت نہیں کرتی جب تک کہ اس کی گردن کاٹی جانے کے لئے پتھر اور تلوار کے درمیان نہیں رکھ دی جاتی۔

ترس کھاؤ ایسی قوم پر جس کے سیاست دان ایک لومڑی ہیں۔ جس کے فلاسفر ایک مداری ہیں۔ اور جس کا فنکار اس بات سے واقف نہیں کہ وہ ادھر ادھر سے چیزیں لے کر ٹانک لیتا ہے اور دوسروں کی نقل کرتا رہتا ہے۔ ترس کھاؤ ایسی قوم پر جو ہر نئے حاکم کا ڈھول بجا کر استقبال کرتی ہے اور جب وہ جانے لگتا ہے تو اسے ہوٹ کرتی ہے اور ایک اور حاکم کا اسی طرح ڈھول پیٹ کر استقبال کرتی ہے۔

ترس کھاؤ ایسی قوم پر جس کے دانشور وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ گونگے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور جس کے مضبوط اور بہادر آدمی ابھی پنگھوڑے میں ہیں۔

ترس کھاؤ ایسی قوم پر جو اپنے

باقی ص ۸ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اپنے خاندانی تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش کرو

حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں :

" مَیں نے بارہا نصیحتیں کی ہیں کہ اپنے خاندانوں کے تعلقات کو بہتر کریں ۔ اپنے روز مرّہ کے تعلقات میں سوچیں کہ صلہ رحمی کو کتنی اہمیت حاصل ہے کس طرح میں نے بار بار آپ کو سمجھایا ہے کہ ساسوں کو چاہیئے کہ دوسروں کی بیٹیاں جب اپنا گھر چھوڑ کر ان کے گھر میں آجاتی ہیں تو وہ ان پر رحم کیا کریں ۔ اپنی بیٹیاں سمجھا کریں اور بہوؤں کو سمجھایا ہے کہ تم اپنے دوسرے گھروں میں جاکر اپنی ماں کی طرح سلوک کیا کرو ... جن راہوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کو پایا ان میں سے ایک صلہ رحمی کی راہ تھی ... کوئی رشتہ دار آپؐ کا انگلی نہیں اٹھا سکتا تھا کہ کبھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے اس کو کسی قسم کی جائز شکایت پہنچی ہو "

(الفضل ۴، جون ۱۹۹۱ء)

بقیہ : صا سے آگے

حِصّہ گذشتہ جمعہ میں پڑھ کر سُنایا گیا تھا ۔

اس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے قرآنی دُعاؤں کے ضمن میں حضرت موسیٰؑ کی دیدارِ الٰہی کے لئے دُعا ، علم بڑھنے کی دُعا ، بے بسی اور بے کسی سے نجات کی دُعا ، قومی بدیوں سے نجات کی دُعا فتح نمایاں کے ذریعے رُوحانی نجات پانے کی دُعا اور صاحب اختیار و اقتدار لوگوں کی دُعا کی تشریح کی ۔ حضور نے اپنا ذاتی تجربہ بیان فرمایا کہ علم بڑھنے کی دُعا (اے میرے رب میرا علم بڑھا) اور حضرت بانیٔ سلسلہ کو سکھائی گئی دُعا (اے میرے رب مجھے حقائق الاشیاء سکھا) دونوں پڑھی جائیں تو اللہ تعالیٰ حیرت انگیز طور پر نئے نئے علوم اور حقائق دل میں ڈال دیتا ہے ۔

بقیہ صے سے آگے

آپ میں بٹی ہوئی ہے اور جس کا ہر حصہ سمجھتا ہے کہ وہ ایک مکمل قوم ہے ۔

جعفری صاحب کہتے ہیں کہ میں یہ حکمت کی باتیں ڈان کو اس لئے بھیج رہا ہوں ۔ تا کہ سب پاکستانی پڑھیں غور کریں اور ان باتوں پر عمل کریں ۔

ضرورت ہے

ہمیں اپنی فیکٹری میں کام کیلئے درج ذیل آسامیوں کی ضرورت ہے ۔

(۱) آفس کلرک تین عدد، عمر کم از کم ۲۵ سال سے اوپر ہو ۔

(۲) ڈرائیور ، عمر ۴۰ سال سے اوپر اور سابقہ فوجی کو ترجیح دی جائے گی ۔

۱۰، منٹگمری روڈ لاہور

میاں بھائی

فون ۲۲۳۳۷۲ - ۲۲۳۳۷۲

بے اولاد

مَردوں کیلئے کورس -/200

SPERMATOZOA COURSE

عورتوں کیلئے کورس -/100

STERILITY COURSE

ATHRA COURSE 90/- اٹھراء کورس

تفصیلی لٹریچر مفت

کیور ٹیو میڈیسن (ڈاکٹر راجہ ہومیو) کمپنی رجسٹرڈ ربوہ

فون : ۶۰۶ ، ۶۰۷ ، ۷۷۱

خوشخبری

اہلِ ربوہ کی خدمت اور سہولت کے پیشِ نظر ہم نے خالص اور تازہ دودھ گھروں میں دینے کا انتظام کیا ہے جو احباب خالص دودھ خریدنے کے خواہشمند ہوں وہ مورخہ ۳، ستمبر ۹۱ء سے گلشن بیکرز نزد ایوان محمود

ربوہ سے رابطہ قائم کریں ۔

مُلکی خبریں

○ وزیر خزانہ نے کہا ہے کہ فنانس کارپوریشنوں کے ۲۵ ہزار روپے تک کے کھاتہ داروں کو فوری ادائیگی شروع کر دی جائے گی ۔ باقی کھاتہ داروں کو واپسی چیف سیکرٹری کی قیادت میں قائم شدہ کمیٹی کے طریقۂ کار کے تحت ہو گی ۔

○ بی بی سی نے دعویٰ کیا ہے کہ بے نظیر بھٹو نے ایٹمی اسلحہ کے متعلق مغربی ممالک کے الزامات کی تصدیق کر دی ہے ۔ مبینہ طور پر بے نظیر نے کہا ہے کہ پاکستان کو اتنی معلومات حاصل ہو چکی ہیں کہ ایک جوہری ہتھیار بنایا جا سکے اور ایک ہتھیار بنانا بھی شروع کر دیا گیا تھا ۔

○ چیف آف آرمی سٹاف جنرل آصف نواز نے کہا ہے کہ بھارت کے ساتھ جنگ کا دور دور تک امکان نہیں ۔

○ عالمی ادارے انٹرپول نے حکومت پاکستان کو منشیات کے بین الاقوامی سمگلروں کی ایک فہرست فراہم کی ہے جس میں پاکستان کے بعض سرکردہ سیاستدان بھی شامل ہیں ان میں سے اکثریت کا تعلق سرحد اور بلوچستان سے ہے ۔ وفاقی حکومت اس بارے میں چھان بین کر رہی ہے ۔

○ کراچی کے مختلف علاقوں میں فائرنگ اور تشدد کے واقعات میں ۷، افراد کو ہلاک کر دیا گیا ۔ جناح ہسپتال پر نامعلوم افراد کی فائرنگ سے خوف و ہراس پھیل گیا ۔

○ پیر پگاڑا نے پیپلز پارٹی کو مشورہ دیا ہے کہ صدر اور وزیر اعظم دونوں کو بیک وقت نشانہ نہ بنایا جائے ۔ ہم سب مل کر وزیر اعظم کو نشانہ بناتے ہیں اور صدر کو چھوڑ دیتے ہیں عقل مندی کا یہی تقاضا ہے انہوں نے کہا کہ آگ لگانا میرا کام ہے جلنا جلانا اوروں کا کام ہے ۔

خریداران الفضل متوجہ ہوں

اندرون پاکستان الفضل کے خریداران کے خریداری نمبر تبدیل کر دیئے گئے ہیں ۔ طبع شدہ چٹ پر جو خریداری نمبر درج ہے وہ نیا خریداری نمبر ہے ۔

(مینیجر)

غیر مُلکی خبریں

○ روس نے تین بالٹک ریاستوں لٹویا استھونیا اور لتھوانیا سے اپنی فوجیں واپس بلانا شروع کر دی ہیں ۔ یہ اقدام اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ماسکو ان ریاستوں کی مکمل آزادی پر راضی ہو گیا ہے ۔ لتھوانیا سے جو روسی فوجی ماسکو جاتے نظر آئے ہیں ان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھے ۔ لٹویا اور استھونیا کی فوجی عمارات سے بھی روسی پرچم اتار لیا گیا ہے ۔

○ رشین فیڈریشن کے صدر مسٹر بورس یلسن نے لٹویا کے صدر سے لٹویا میں ملاقات کی اور ان سے ان ریاستوں کے اعلانِ آزادی سے پیدا ہونے والی صورت حال پر غور کیا ۔

○ روسی ریاست تاجکستان کے صدر اپنے خلاف تحریک عدم اعتماد کامیاب ہو جانے کے بعد مستعفی ہو گئے ہیں ان پر الزام تھا کہ وہ حالیہ بغاوت کے دوران فیصلہ کن کردار ادا کرنے میں ناکام رہے ۔

○ یوگوسلاویہ کی ریاست سربیا نے جو ساتھی ریاست کروشیا کے ساتھ خانہ جنگی میں مصروف ہے ، جنگ بند کر کے امن قائم کرنے کا یورپی برادری کا منصوبہ تسلیم کر لیا ہے ۔ یورپی برادری نے دھمکی دی تھی کہ اگر منصوبہ تسلیم نہ کیا گیا تو یوگوسلاویہ پر اقتصادی پابندیاں عائد کر دی جائیں گی ۔ یاد رہے کہ یوگوسلاویہ کی وفاقی حکومت اور کروشیا پہلے ہی یہ امن منصوبہ قبول کر چکے ہیں ۔

○ یوگوسلاویہ میں کروشیا اور سربیا کے درمیان جھڑپوں کی اطلاعات ملی ہیں ۔ ایک ہوائی اڈے پر اسلحہ سے لدے ہوئے ہوائی جہاز پر قبضے کے لئے جنگ ہوئی ۔ اسی طرح فضا میں دو طیاروں کو زبردستی اترنے پر مجبور کیا گیا ۔